وِلادتِ باسعادت

ساقی نامہ

از جناب جگن ناتھ صاحب آزاد ایم اے، محکمہ اطلاعات عامہ، نیو دھلی،

جگناتھ آزاد صاحب نے جمہور نامہ کے نام سے کئی ہزار اشعار کی ایک طویل نظم لکھی ہے، جس میں ابتدائے آفرینش سے لے کر اس وقت تک دُنیا کی سرگزشت بیان کی گئی ہے۔ اس کا ایک باب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور اس کی برکتوں پر بھی ہے، آزاد صاحب اگرچہ ہندو ہیں لیکن اسلامی افکار و تصورات اور مسلمانوں کی تہذیب و روایات کے بڑے مزاج شناس ہیں، اس لئے اسلامی موضوع پر ان کی نظموں میں اسلامی روح بولتی نظر آتی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ٹکڑا بڑا مؤثر اور دلکش ہے اس قسم کی نظموں میں جو مختلف النوع واقعات اور خیالات پر مشتمل ہوں، شاعرانہ پہلو کا سنبھالنا آسان نہیں ہے، لیکن جگناتھ صاحب ایک قادر الکلام شاعر ہیں، اس لئے انہوں نے اس نظم میں شاعرانہ خوبیوں کو بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا ہے، جس کا اندازہ اس نظم سے ہوگا۔ "م"

پلا دے معرفت کی جس قدر بھی ہے مے باقی
کہ میرے لب پہ ذکرِ فخرِ موجودات ہے ساقی

اٹھا وہ جام جو احساس کی دُنیا کو گرما دے
مرے جذبے کو اپنی ایک موجِ مے سے چمکا دے

جو مجھ کو بات کرنے کا مودب ڈھنگ سکھلا دے
مری گفتار کی قوت پہ یہ احسان فرما دے

کہ اب مجھ کو گزرنا ہے بڑے نازک مقاموں سے
کبھی بطحا کی صبحوں سے کبھی یثرب کی شاموں سے

جہانِ شاعری میں آج رہ جائے بھرم میرا
سخن سنجوں کی صف میں ہو نہ شرمندہ قلم میرا

مجھے لکھنا ہے اک انسانیت کا بابِ تابندہ
منور جس کے ہوں الفاظ مصرعے جس کے رخشندہ

مجھے اک محسنِ انسانیت کا ذکر کرنا ہے
مجھے رنگِ عقیدت فکر کے سانچے میں بھرنا ہے

بیاں کرنا ہے اوجِ ابنِ آدم بن کے کون آیا
بیان کرنا ہے فخرِ ہردو عالم بن کے کون آیا

بتانا ہے کہ جب انسان سیدھی راہ بھولا تھا
وہ جب نازاں تھا کج بینی پہ گمراہی پہ بھولا تھا

تو کیوں کر غیب سے انسانیت کا رہنما آیا
شفاعت کا لئے ساماں بشر کا آسرا آیا

وہ کیا ساماں تھے جب اتری تھی رحمت دو جہانوں کی
بلندی مل گئی کیوں کر زمیں کو آسمانوں کی

بشر سے کس طرح تورات کے وعدے ہوئے پورے
سحر کے شام کے دن رات کے وعدے ہوئے پورے

بشارت جس کی دی تھی ابن مریم نے زمانے کو
وہ ہستی کون تھی کب آئی تھی محفل سجانے کو

نہ ہے تاب سخن مجھ کو نہ ہے تحریر کا یارا
میں ذرہ ہوں مرا موضوع خورشید جہاں آرا

کہانی لکھ چکا ہوں گرچہ سورج چاند تاروں کی!
بہت دہرا چکا ہوں داستاں رنگیں بہاروں کی

مگر وہ چاند تارے پھول سورج سب ہیں جسمانی
جواب موضوع ہے خورشید میرا وہ ہے روحانی

یہ خورشید ضمیر آرا ہے خورشید معانی ہے
اسی خورشید کی ذرے کے لب پر اب کہانی ہے

عرب اور باقی دنیا کی حالت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے قبل

عرب کی سرزمیں پر خیمہ زن گہرا اندھیرا تھا
جہاں تک کام کرتی تھی نظر ظلمت کا ڈیرا تھا

عرب کی سرزمیں ہر قید سے آزاد دنیا تھی
یہ دنیا اک عجب مجموعۂ اضداد دنیا تھی

یہ صحرائے لق و دق یہ شتربانوں کا گہوارہ
یہ بیٹھا تھا ہر گوشے میں ایماں سوز نظارہ

قبیلوں میں یہاں تقسیم تھی انساں کی دنیا
فقط جنگ و جدل پر تھی فدا ارمان کی دنیا

بہانہ ڈھونڈتے پھرتے تھے انساں جنگ بازی کا
ہر اک گراں کی گھٹی میں پڑا تھا فتنہ سازی کا

بظاہر گرچہ تھے یہ دین ابراہیم کے پیرو
بہ باطن تھے مگر سب اپنی ہی تنظیم کے پیرو

یہاں جتنے بھی سینے تھے شجاعت کے ٹھکانے تھے
مگر اپنے ہی بھائی اس شجاعت کے نشانے تھے

بہادر جس قدر بھی تھے بہم دست و گریباں تھے
جنوں وہ تھا کہ اپنے ہاتھ تھے اپنے ہی داماں تھے

کمال بد زبانی تھا کمال اُن کی طلاقت کا
نمونہ فحش گوئی کا نمونہ تھا فصاحت کا

بڑا معیار تھا ان کی شرافت کا، نجابت کا
کہ دھندلا سا تصور بھی نہ تھا عورت کی عزت کا

یہ اپنی بیٹیوں کو جا کے زندہ گاڑ آتے تھے
کتاب زندگی کا یہ ورق خود پھاڑ آتے تھے

سمجھتے تھے کہ بیٹی داغ ہے انساں کے دامن کا
اسے کہتے تھے وہ اک خار ہستی کے گلستاں کا

عجب انداز تھا ان کی ثقافت کا عدالت کا
نرالا رنگ تھا ان کی شجاعت کا سخاوت کا

جو تھے جود و کرم والے نمایاں تھا یہ حال اُن کا
کہ کمزوروں کے حق کو مار لینا تھا کمال اُن کا

سخی جو تھے وہ بیواؤں کا حق اپنا سمجھتے تھے،
جواں بیٹے جو تھے ماؤں کو حق اپنا سمجھتے تھے

یہاں مذہب کی عزت تھی نہ تھی ایمان کی عزت
نہ ہو ایمان کی تو پھر کہاں انسان کی عزت
غرض اس سرزمیں کی تھی عجب ناگفتنی حالت
جو نظارہ تھا اس کا، تھا وہی نظارۂ عبرت
جہاں قرآن بن کر حرفِ حق کو جگمگانا تھا
وہ خطہ آج اک گہرے اندھیرے کا ٹھکانا تھا

ایران

عرب سے مختلف تھا گرچہ کچھ ایران کا عالم
یہاں بھی تھا مگر ناگفتنی ایمان کا عالم
شہنشاہی کی یاں بے نور شمعیں جھلملاتی تھیں
بھڑک اٹھتی تھیں وہ کچھ دیر جب بجھنے پہ آتی تھیں
یہ اُن بجھتی ہوئی شمعوں کا تھا اندازِ نورانی
کہ ظلمت میں اضافہ کر رہی تھی ان کی تابانی

یونان اور روم

وہی یونان کہلاتا تھا جو تہذیب کی دُنیا
وہی روئے زمیں پر آج تھا تخریب کی دُنیا
یہ تحقیق و تجسس کا جہاں تھا آج ویرانہ
فلاطوں کی خرد، سقراط کی دانش تھی افسانہ
زمیں بالکل ہی بنجر تھی گھٹا جس پر برستی تھی
کتابِ زندگانی اہلِ معنی کو ترستی تھی
ارسطو کی طلاقت ایک گم گشتہ خزانہ تھی
سکندر کی شجاعت ایک پارینہ فسانہ تھی
وہ دُنیا جس پہ تھی اسکندرِ اعظم کی دارائی
بالآخر رومیوں کے ایک دن زیرِ نگیں آئی
یہ رومی کاروبارِ زندگی میں گرچہ ماہر تھے
مگر تہذیب کے معنی سمجھنے سے وہ قاصر تھے
نہ تھا اُن کو ذرا فن و ہنر کے نام سے مطلب
اُنہیں تھا بس حکومت اور اُس کے کام سے مطلب
یہ بےچارے رہے اخلاق کے عالم سے ناواقف
یہ آدم زاد تھے ہمدردیِ آدم سے ناواقف

چین

بہت چمکا زمیں پر چین کی تہذیب کا تارا
مگر اب بجھ کے ٹھنڈا ہو چکا تھا یہ جہاں آرا
کبھی ہوتی رہی ہوگی یہاں تعظیم کنفیوشس
دلوں سے ہو چکی تھی محو اب تعظیم کنفیوشس

ولادتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

غرض دُنیا میں چاروں سمت اندھیرا ہی اندھیرا تھا
نشانِ نور گم تھا اور ظلمت کا بسیرا تھا

کہ دُنیا کے اُفق پر وفعتاً سیلابِ نور آیا
جہانِ کفر و باطل میں صداقت کا ظہور آیا

حقیقت کی خبر دیتا بشیر آیا نذیر آیا!
شہنشاہی نے جس کے پاؤں چُومے وہ فقیر آیا

بھٹکتی خلق کو رستہ دِکھانے رہنما آیا
سفینے کو تباہی سے بچانے ناخُدا آیا

مُبارک ہو زمانہ کو کہ ختم المُرسلیں آیا
سحابِ رحم بن کر رحمۃ للعالمیں آیا

خلیق آیا کریم آیا رؤف آیا رحیم آیا
کہا قرآں نے جس کو صاحبِ خلقِ عظیم آیا

بصیرت عام فرماتا ہوا مردِ بصیر آیا
اندھیرے کی حکومت میں تجلّی کا سفیر آیا

بشر بن کر زمانے کا جمالِ اوّلیں آیا
متاعِ صدق ہے کہ صادق الوعد و امیں آیا

وہ آیا فقر فخری رُتبہ ہے جس کی قناعت کا
وہ آیا جو معلّم ہے جہاں میں دینِ فطرت کا

وہ آیا جس کو کہئے فخرِ آدم، ہادیِ اکرم!
وہ آیا جس کو کہئے زندگی کا محسنِ اعظم

سراپا علم بن کر صاحبِ امّ الکتاب آیا
زمینِ تشنہ لب کی زندگی بن کر سحاب آیا

تجلّی عام فرماتا ہوا شمس الضحےٰ آیا
امام الانبیاء آیا محمد مصطفےٰ آیا

محمد مصطفےٰ یعنی وہ محبوبِ خُدا آیا
دلوں نے سرخوشی پائی کہ احمد مجتبےٰ آیا

کبھی پھرتا رہا جو زندگی کی چشمِ حیراں میں
وہی جلوہ سمٹ کر آگیا خود بزمِ امکاں میں

نویدِ جانفزا پائی یتیموں نے غریبوں نے
غلاموں بے سہاروں، بیکسوں آفت نصیبوں نے

پیامِ زندگانی مل رہا تھا زیرِ دستوں کو
قضا آنکھیں دکھاتی پھر رہی تھی خود پرستوں کو

دِلِ دنیا سے ہر ارمان اُٹھتا تھا دُعا بن کر
مسرّت نعرہ زن تھی چار سو پیکِ صبا بن کر

سلام

سلام اے ظلِّ سبحانی سلام اے نورِ یزدانی
سلام اے وقت کی تقدیر کے ماتھے کی تابانی

سلام اے سازِ ایمانی سلام اے سوزِ قرآنی
سلام اے حرفِ روحانی سلام اے منطقِ ربانی

سلام اے آسمانِ قدس کے مہرِ جہاں آرا
سلام اے فخرِ آدم انبیاء کے طرّۂ زیبا

سلام اے نورِ حق اے شمعِ ظلمت خانۂ دُنیا
سلام اے ساقیِ دریا دِل میخانۂ دنیا

سلام اے دستگیرِ بیکساں اے ہادیِ اکرم
سلام اے دو جہاں کی زندگی کے محسنِ اعظم

سلام اے وہ کہ ہے پیغمبرِ امی لقب تیرا
سلام اے وہ کہ تیری ذات پر نازاں نسب تیرا
سلام اے وہ کہ تھے تیرے لئے تورات کے وعدے
بشر سے تھے سحر کے شام کے دن رات کے وعدے
سلام اے وہ کہ تیری ابن مریم نے بشارت دی
جہانِ زندگی کے کیف نے کم سنے بشارت دی
سلام اے بیکسوں کو ارجمندی بخشنے والے
سلام اے پست حالوں کو بلندی بخشنے والے
سلام اے دیوِ باطل کی کلائی موڑنے والے
سلام اے آدمی کا حق سے رشتہ جوڑنے والے
سلام اے نازش و فخر و وقارِ آدمِ فانی
سلام اے بزم تاریک جہاں میں شمع نورانی

بشکریہ "معارف" اعظم گڑھ

ضروری التماس

یہ شمارہ ۴ جلد دوم کا چوتھا نمبر آپ کی خدمت میں بھیجا جا رہا ہے۔ اس شمارہ کے ساتھ کئی حضرات کی مدت خریداری ختم ہو جائے گی۔ ان کے پتوں کی سلپ پر خریداری نمبر پر سرخ نشان لگا دیا ہے، وہ آئندہ سال کیلئے چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرماویں۔ منی آرڈر بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں۔ اگر ان کی طرف سے نہ منی آرڈر آیا اور نہ کوئی اطلاع تو آئندہ پرچہ اُن کو بذریعہ وی پی بھیجا جاوے گا، جو انہیں ضرور وصول کرنا ہوگا۔ ورنہ ادارہ کو سخت نقصان ہوگا۔ یہ ماہنامہ جو کہ دینی اور تبلیغی ہے اسے جاری رکھنے کیلئے ادارہ کی حوصلہ افزائی بھی اور ثواب دارین بھی حاصل کریں۔

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ: دفتر ندائے حق، ۳ اونکار روڈ کرشن نگر لاہور

ثقلین شاہ ۸ کے ٹکٹ بھیج کر دفتر رسالہ "ندائے حق" ۳ اونکار روڈ کرشن نگر سے عصائے موسوی بجواب حدیث پرویز نمبر ۲ جناب پرویز صاحب کے رسالے موسومہ اندھے کی لکڑی کا جواب از پروفیسر عباسی صاحب منگوا سکتے ہیں۔